جناب اختر راہی، ایم۔ اے

شخصیات

محمد دین قندہاری رح

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی بہترین تالیف اور اردو زبان کے دینی ادب کے سنگِ میل "ترجمان القرآن" کا انتساب ان الفاظ میں لکھا ہے:

"غالباً دسمبر ۱۹۱۸ء کا واقعہ ہے کہ میں رانچی میں نظر بند تھا۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلا تو مجھے محسوس ہوا کہ کوئی شخص پیچھے آ رہا ہے مڑ کر دیکھا تو ایک شخص کمبل اوڑھے کھڑا تھا۔

"آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں جناب میں بہت دور سے آیا ہوں!"

"کہاں سے؟"

"سرحد پار سے!"

"یہاں کب پہنچے؟"

"آج شام کو پہنچا، میں غریب آدمی ہوں، قندہار سے پیدل چل کر کوئٹہ پہنچا۔ وہاں چند وطنی سوداگر مل گئے۔ انہوں نے نوکر رکھ لیا اور آگرہ پہنچا دیا۔ آگرہ سے یہاں تک پیدل چل کر آیا ہوں۔"

"افسوس آپ نے اتنی مصیبت کیوں برداشت کی؟"

"اس لئے کہ قرآن مجید کے بعض مقامات آپ سے سمجھ لوں۔ میں نے "الہلال" اور "البلاغ" کا ایک ایک حرف پڑھا ہے!"

یہ شخص چند دنوں تک ٹھہرا اور پھر یکایک واپس چلا گیا۔ وہ چلتے وقت اس لئے نہیں ملا کہ اسے اندیشہ تھا، میں اسے واپسی کے مصارف کیلئے روپیہ دوں گا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا بار مجھ پر ڈالے۔ اس نے یقیناً واپسی میں بھی مسافت کا بڑا حصہ پیدل طے کیا ہوگا۔

مجھے اس کا نام یاد نہیں، مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ زندہ ہے یا نہیں، لیکن میرے حافظے نے کوتاہی نہ کی ہوتی تو میں یہ کتاب اس کے نام منسوب کرتا۔"

"ترجمان القرآن" کا قاری یہ انتساب پڑھ کر چند لمحے یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ کون خوش نصیب تھا جس کے شوقِ بے پایاں سے مولانا آزاد اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنی بہترین تالیف "ترجمان القرآن" اس کے نام منسوب کر دی۔
یہ خوش قسمت انسان مولوی محمد دین قندھاری تھا۔ موصوف قندھار کے رہنے والے تھے اور زندگی بھر طلبِ علم میں دور دراز کے سفر کرتے رہے۔ مولانا فضل حق رامپوری اور پرول قندھاری سے استفادہ کیا تھا۔ ان کی زندگی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کی تفسیر تھی کہ "اطلبوا العلم من المهد الى اللحد" یعنی پیدائش سے لے کر قبر تک علم حاصل کرو۔"

موصوف منطق و فلسفہ میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ عربی زبان میں منطق کی ادق کتابوں، قاضی مبارک اور حمد اللہ کے مطالب نوکِ زبان تھے۔ اسی طرح فلسفہ میں صدرالدین شیرازی کی "ہدایۃ الحکمت" اور ملا محمود جونپوری کی "شمس البازغہ" جیسی کتابوں پر عبور حاصل تھا۔

جون ۱۹۱۲ء میں مولانا آزادؒ نے ہفت روزہ "الہلال" جاری کیا تھا۔ یہ دور برصغیر کے مسلمانوں کی زندگی میں ایمان و عمل میں کشاکش کا دور تھا۔ یورپی طاقتیں خلافت عثمانیہ کی درپے تھیں۔ مسلمان غلام ہونے کے باوجود خلافت عثمانیہ کی بقا کے لئے کوشاں تھے۔ "الہلال" نے برصغیر کے مسلمانوں کی قومی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر قرآنی تعلیمات کی روشنی میں حکیمانہ تبصرے کئے۔

اس طرح مولانا آزادؒ کی نگارشات سے قرآن فہمی کی لگن عام ہوئی۔ قوم میں یہ

تڑپ پیدا ہوئی کہ قرآن سے مشکلات کا حل تلاش کیا جانے لگا۔

نومبر ۱۹۱۴ء میں "الہلال" کی دو ہزار کی ضمانت ضبط ہو گئی اور دس ہزار روپے کی مزید ضمانت طلب کر لی گئی۔ مولانا نے ضمانت داخل کرانے سے بہتر یہی سمجھا کہ "الہلال" بند کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ ہفت روزہ جس نے برصغیر کی صحافت کو نیا ولولہ اور قوم کو انقلابی پیغام دیا تھا، ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کے بعد شائع نہ ہو سکا۔

پہلی عالمگیر جنگ اپنی پوری ہولناکیوں کے ساتھ جاری تھی اور برطانوی حکومت نے طرح طرح کی پابندیاں عائد کر رکھی تھیں۔ تاہم ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء کو "البلاغ" کے نام سے مولانا آزاد نے ایک نیا ہفت روزہ جاری کیا۔ "البلاغ" کا ایک مستقل کالم "باب التفسیر" تھا۔

مولانا آزاد نے "الہلال" اور "البلاغ" کے ذریعے قرآن فہمی کا ذوق پیدا کیا اور اس مقصد کی خاطر ایک ادارے "دارالارشاد" کی بنیاد رکھی۔ "البلاغ" کے پہلے شمارے میں لکھتے ہیں:

> "چند سال پیشتر کا واقعہ ہے کہ مشیتِ الٰہی نے اس عاجز کی راہنمائی کی اور "الہلال" نے قرآنِ حکیم کی تبلیغ و دعوت کی صدا از سرِ نو بلند کی۔ لیکن اس عرصہ میں جو کچھ ہوا وہ ایک دعوتِ عام تھی جس کے ذریعے فہم و بصیرتِ قرآن کی نئی راہیں عوام و خاص نے اپنے سامنے دیکھیں اور قرآنِ کریم کے عشق و شیفتگی کا ایک نیا ولولہ دلوں میں پیدا ہوا۔ تاہم اس دعوت کی ایک دوسری منزل ابھی باقی ہے اور وہی فی الحقیقت مقامِ سعی ہے یعنی قوم میں بکثرت ایسے افراد پیدا کئے جائیں جو اپنی راہوں پر چل کر قرآنِ حکیم کے علوم و معارف کو بہ تکمیل حاصل کریں اور ان کے ذریعے قوم میں ارشاد و ہدایت اور احیائے دعوت و ذکر کا عملی سلسلہ بالعموم شروع ہو سکے۔

ہمارے کاموں کی بڑی قسمیں صرف دو ہی ہیں۔ مسلمانوں کی داخلی اصلاح و احیائے علم و عمل اور غیر قوموں میں اسلام کی تبلیغ، یہ دونوں کام بغیر کسی ایسی جماعت کی موجودگی کے انجام نہیں پا سکتے۔ جس قدر تحریکیں، انجمنیں

کانفرنسیں اور متفرق کوششیں بغیر اس کے ہوں گی، وہ اس طرح ضائع ہو جائیں گی جس طرح اب تک ضائع ہو چکی ہیں۔

دارالارشاد کا مقصد یہی ہے کہ دعوت الی القرآن کی اس دوسری منزل کا سر و سامان ہو اور تھوڑے وقت اور بہت زیادہ صرفِ علم و فکر سے ایک ایسی جماعت پیدا کی جائے جو قرآنِ حکیم کی دعوت و تبلیغ کی خدمت اور اصلاح و ارشادِ امت کا فرض انجام دے سکے۔"

مولانا آزادؒ کے "الہلال" اور "البلاغ" نے جن ہزارہا ذہنوں میں انقلاب پیدا کیا، ان میں ایک مولانا محمد دین قندھاری تھے۔ وہ کلکتہ جا کر مولانا سے قرآن کا درس لینا چاہتے تھے۔ مگر ۳ مارچ ۱۹۱۶ء کو حکومتِ بنگال نے مولانا کو ڈیفنس آف انڈیا آرڈیننس کے تحت حدودِ بنگال سے باہر چلے جانے کا حکم دے دیا۔ اس سے پہلے اسی آرڈیننس کی رو سے پنجاب، یو۔پی اور مدراس کی حکومتیں اپنے اپنے صوبوں میں ان کے داخلے پر پابندی عائد کر چکی تھیں۔ مولانا رانچی (صوبہ بہار) تشریف لے گئے۔ ۸ جولائی کو اربابِ حکومت نے مولانا کو وہیں نظربند کر دیا۔ "البلاغ" کی محفل اجڑ گئی۔ ۲ دسمبر ۱۹۱۹ء کو یہ نظربندی ختم ہوئی۔

اس عرصۂ نظربندی کے دوران میں مولوی محمد دین قندھاری رانچی حاضر ہوئے جیسا کہ مولانا آزادؒ نے لکھا ہے کہ مولوی موصوف نے قندھار سے رانچی تک سفر بہت حد پاپیادہ طے کیا تھا اور چند سے استفادہ کر کے یغور مردِ کوہستانی چپکے سے واپس چلا گیا۔

مولوی موصوف ۱۹۲۷ء میں قندھار میں فوت ہوئے اور مولانا آزادؒ کی تفسیر کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکے۔